© rasailojaraid.com

اردو ترجمۂ قرآن اور لسانی ارتقاء

ڈاکٹر محمد عبداللہ☆

Urdu is a widely spoken language that is communicated, not only in Subcontinent but also in a vast ranged part of the world. Urdu took a long time to get the present stage. This is the combination of so many languages i.e. Arabic, Persian, Hindi and Turkish.
This thesis would cover the Urdu translations of the Holy Quran. It has been noted that with the evolution of this language the translation also got many changes, A lot of words and idioms have been given up. There are new terms. Translators began to give meanings instead of strictly transmitted with the language. They took care of the mass culture and their interests, in this sense the translation of Quran in Urdu language is very interesting. This translation process does not get a stoppage but continues with the development of the said language.
In this thesis here would be a comparison of related selected examples of translations instead of some particular translations.

اردو زبان - آغاز و ارتقاء:

اردو زبان برصغیر پاک و ہند بلکہ جنوبی ایشیاء میں نہ صرف اظہار و بیان کا ایک اہم ذریعہ ہے بلکہ اسلامی تہذیب اور ادبِ اسلامی کا بہترین سرمایہ ہے۔ جس تیزی کے ساتھ اس کے ادب میں اشاعت و توسیع ہو رہی ہے اس امر کا قوی امکان ہے کہ اس کا شمار بھی بین الاقوامی زبانوں میں ہونے لگے۔

ساخت کے اعتبار سے اردو ایک مخلوط قسم کی زبان ہے۔ اس کا ذخیرۂ الفاظ نحوی، صرفی قواعد، آوازیں مختلف زبانوں سے مستعار لی گئی ہیں۔ چنانچہ افعال کا طریقہ انسلاک تو مقامی ہے لیکن بہت سے اسماء باہر سے آئے ہیں۔ اصوات میں مقامی اور غیر مقامی زبانوں سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن ان سب کا مایہ خمیر اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ یہ زبان اب اپنی ایک آزاد اور خود مختار حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بولنے والے دنیا کے بہت سے حصوں میں موجود ہیں۔ اس کی داخلی خوبی یہ ہے کہ یہ زبان شگفتہ اور لچک دار ہے اور فصاحت و بلاغت میں بھی اس کا انداز مختلف ہے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عربوں کا ہندوستان کے ساتھ اولین رابطہ تجارت کی شکل میں ہوا جو زمانہ قدیم سے قائم ہے۔ تاہم ۷۱۲ء میں سندھ کی فتح سے عربوں کا باقاعدہ اختلاط ہوا۔ مسلمانوں کی آبادیاں اولین طور پر سندھ میں قائم ہوئیں اور پھر یہ اثرات ملتان تک آئے۔ دسویں صدی عیسوی میں سلطان محمود غزنویؒ کی آمد سے فتوحات کا دائرہ وسطِ ہند تک پہنچ گیا۔ یہ واضح رہے کہ باہر سے آنے والے جتنے بھی فاتحین ہیں ان کی فوجیں بہت سی اقوام اور زبانوں کی حامل ہوتی تھیں۔ عربی، فارسی، ترکی، افغانی اور وسط ایشیا تک باشندے اپنی زبانوں کے ساتھ لشکر میں شامل ہوتے تھے۔ سلطان مسعود غزنوی کے دور میں لاہور اسلامی ثقافت کا مرکز قرار پایا جبکہ سید علی ہجویری بھی غزنی سے لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ سلطان قطب الدین ایبک نے دہلی کو جب اپنا پایۂ تخت بنایا تو نہ صرف اسلامی سلطنت کی وسعتوں میں اضافہ ہوا بلکہ اردو زبان کا ارتقاء بھی ہونے لگا۔ خلجیوں اور تغلق کے دور میں اردو زبان نے شمال وجنوب کا سفر اختیار کیا۔ اردو زبان کے ارتقاء میں جہاں بیرون ہند سے آنے والے لشکروں نے نمایاں حصہ لیا وہاں علمائے کرام، جنہوں نے بیرون ہند سے آکر اس خطہ کو اسلام کی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور عوام الناس سے رابطہ کے لیے مقامی زبانوں کو سیکھا، ناقابل فراموش حصہ ہے۔(۱)

زبان کوئی بھی ہو وہ فوری طور پر وجود میں نہیں آجاتی بلکہ اس کی تشکیل میں صدیاں لگتی ہیں۔ یہی معاملہ اردو زبان کے ساتھ بھی ہے۔ اردو ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی لشکر یا لشکری زبان کے ہیں۔ چنانچہ محمد حسین آزاد نے ''آب حیات'' میں لکھا ہے۔

> ''اردوئے شاہی اور دربار میں ملے جلے الفاظ زیادہ بولتے تھے وہاں کی بولی کا نام اردو ہوگیا۔''(۲)

سرسید احمد خان نے لکھا ہے، ''جو زبان شاہی بازاروں میں مروج تھی اسی کو اردو کہتے ہیں۔''

مولانا محمد حسین آزاد نے 'آب حیات' میں اردو کا آغاز وارتقاء مغل بادشاہ شاہ جہان کے دور کو قرار دیا ہے جبکہ میر امن دہلوی نے 'باغ و بہار' کے دیباچہ میں بادشاہ اکبر کے دور کو اردو کا آغاز قرار دیا ہے۔ جب اطراف واکناف سے اہل علم اس کے دربار میں جمع ہوئے۔ جبکہ سرسید کے خیال میں اردو کا ہیولی خلجی سلاطین کے عہد میں تیار ہوگیا تھا لیکن اس ہیولے نے زبان کی شکل شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہانی عہد میں اختیار کی۔(۳)

یہ سب آراء اپنی جگہ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو زبان کی بتد، ترویج و تشکیل میں مسلمانوں کا عمل دخل سب سے زیادہ ہے۔ یہ مقامی لوگوں اور مختلف زبانوں کے اختلاط سے پیدا ہوئی۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ ''اردو کا ہیولیٰ سندھ کے علاقے میں تیار ہوا ہوگا کیونکہ مسلمان سب سے پہلے سندھ میں آئے۔ یہیں ان کی زبانوں عربی اور فارسی کا ہندی زبانوں سے ارتباط و اختلاط شروع ہوا، لہٰذا یہ ایک واضح اور یقینی امر ہے کہ اردو کا اصل مولد سندھ ہے۔''(۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''مسلمانوں کے ساتھ یہ زبان جہاں پہنچی وہاں علاقائی اثرات کو جذب کر کے اپنی شکل بناتی رہی۔ اس کا ہیولیٰ سندھ اور ملتان میں تیار ہوا، پھر یہ لسانی عمل سرحد اور پنجاب میں ہوا، جہاں سے تقریباً دو صدی بعد دہلی پہنچا اور وہاں کی زبانوں کو جذب کر کے اور ان میں جذب ہو کر سارے برعظیم میں پھیل گیا۔''(۵)

اردو نام کب پڑا؟

دنیا کی بیشتر زبانیں علاقائی نسبت سے موسوم ہوتی ہیں، جیسے ترکی، چینی، افغانی وغیرہ۔ ابتدائی طور پر ہندوستان میں بولی جانے والی زبان کو ہندی یا ہندوی، ہی کہا گیا۔ امیر خسرو نے مسعود کو ہندوی شاعر شمار کیا ہے اور اپنی شاعری میں عربی، فارسی اور ہندی کو الگ زبانیں لکھا ہے۔ اکبر کے دور تک اردوئے معلیٰ کا لفظ رواج پا چکا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں مرکب طور پر ''اردو بیگی، قاضی اردو اور اردو بازار وغیرہ کی تراکیب مستعمل تھیں۔

زبان کے معنوں میں اردوئے معلیٰ کی ترکیب خان آرزو نے استعمال کی۔ میر محمد عطاء حسین خان نے بھی یہ لفظ اردو زبان کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔ پنجاب کے شاعر مراد شاہ لاہوری کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے نامۂ مراد میں ۱۷۸۸ء میں مندرجہ ذیل شعر لکھا جس میں لفظ اردو، زبان کے معنی میں آتا ہے۔ ؎

وہ اردو کیا ہے، یہ ہندی زباں ہے
کہ جس کا قائل اب سارا جہاں ہے (۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اردو زبان میں لچک اور وسعت :

جیسا کہ سطور بالا میں واضح کیا گیا ہے کہ اردو زبان مختلف اقوام اور زبانوں کے اختلاط سے وجود میں آئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں بے انتہا لچک اور وسعت پائی جاتی ہے۔ یہی اس کا لسانی ارتقاء ہے جواب بھی جاری ہے۔

اردو زبان میں آوازوں کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے۔ اس زبان کے نظامِ تہجی نے آریائی اور سامی دونوں خاندانوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس زبان کے حروف زیادہ سے زیادہ آوازوں کو ادا کرنے پر قادر ہیں۔ اس میں ایسی آوازیں بھی موجود ہیں جو دنیا کی متعدد دوسری زبانوں میں موجود نہیں۔ اس کا اجمال حسب ذیل ہے۔

سنسکرت اور ہندی کے الفاظ: ڈ، ٹ، ڑ، بھ، تھ، ٹھ، کھ، جھ، دھ

فارسی کے خاص الفاظ : پ، گ، ژ

عربی کے خاص الفاظ: ث، خ، ذ، ر، ص، ض، ط، ظ، غ

چنانچہ اردو کا رسم الخط صوری اعتبار سے ربط ملت کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس میں ایک حرف تجریدی صورت میں دوسرے حروف سے مل جاتا ہے اور پورا جملہ چھوٹے بڑے الفاظ، 'ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز' کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ (۷)

خاندان ولی اللہ کا برعظیم پر احسان :

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جن کی دینی خدمات کے کئی پہلو ہیں۔ تاہم بندہ کے خیال میں شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کا باشندگان برعظیم پر یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے رجوع الی القرآن کی خاموش تحریک برپا کی۔ جس کے نتیجے میں عوام الناس کی توجہ قرآن حکیم کے مفہوم و معنی کی طرف منتقل ہوئی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کا فارسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کرنا جو ان کے خیال میں اس وقت کی سرکاری اور عوامی زبان تھی ایک اہم کارنامہ ہے۔ یہ کس قدر مشکل اور کٹھن کام تھا، اس کا اندازہ اس دور کے حالات سے ہوسکتا ہے کہ علماء نے یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ قرآن حکیم کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کتاب عظیم کی سخت بے حرمتی ہے۔ (۸) حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کے مذکورہ اقدام سے برعظیم میں قرآن فہمی، کا باب کھلا۔ مولانا عبدالماجد دریا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بادی لکھتے ہیں۔

''ترجمہ کی راہ ہندوستان میں اگر شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خاندان والوں نے نہ کھول دی ہوتی تو آج خدا معلوم کتنی دشواریوں کا سامنا ہوتا۔''(۹)

پھر لسانی اعتبار سے یہ وہ دور ہے جب فارسی کی جگہ اردو لے رہی تھی ۔اور جب اٹھارہویں صدی عیسوی میں اردو زبان کی تشکیل کے ابتدائی مراحل طے ہو گئے تو یہ ایک عوامی زبان کی حیثیت اختیار کر چکی تھی ۔ایسے میں شاہ ولی اللہ کے دو بیٹوں کا ترجمہ قرآن کی طرف متوجہ ہونا کسی تائید غیبی سے کم نہ تھا۔شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادر کا اردو زبان میں تحت اللفظ اور با محاورہ ترجمہ کرنا صرف اس خطہ کے مسلمانوں پر احسان عظیم نہیں تھا بلکہ اردو زبان و ادب کی بھی بہت بڑی خدمت تھی ۔حقیقتاً برعظیم پاک و ہند میں اردو زبان میں یہ دونوں ترجمے سنگ میل اور نقشِ اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔آنے والے ترجمہ نگاروں نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور زبان و محاورہ کی نوک پلک کو سنوارا ہے۔

لسانی ارتقاء سے مراد:

زبان کوئی بھی ہو ارتقاء اور تغیر پذیری کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے ۔زبانوں کی تشکیل میں تحرک وتکلم ،بنیادی عامل ہے ۔اگر زبان میں تحرک وتکلم رک جائے تو جمود طاری ہو جاتا ہے اور زبان بالآخر اپنا وجود کھو دیتی ہے ۔

لسانی ارتقاء سے مراد الفاظ اور جملوں کی ساخت میں تبدیلی ،مترادف الفاظ، تراکیب اور محاورات کا استعمال ، وقت کے ساتھ کچھ الفاظ کا متروک ہونا، نئے الفاظ کا شامل ہونا ، پھر معنی و مفہوم میں لسانی تبدیلی بھی اس میں شامل ہے ۔لسانی ارتقاء کے متعدد محرکات و اسباب ہو سکتے ہیں۔محاورۂ زبان ، رسم و رواج، نقل مکانی ، دوسری اقوام اور زبانوں سے اختلاط، معاشرتی رویے، معاشی ترقی ، ذرائع رسل و رسائل ،علمی ترقی اور سب سے بڑھ کر تغیر پذیر حالات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

مقالہ کا منہج:

ہمارا موضوع چونکہ ترجمہ قرآن میں لسانی ارتقاء کا جائزہ لینا ہے، اس لیے ہم نے کسی ایک یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاص تفسیر کو بنیاد نہیں بنایا، بلکہ ارتقاء کے ان پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے جو ہمیں اردو تراجم قرآن کے سوا دو سو سال کے ادب میں نظر آتے ہیں۔ ان تراجم سے نمونے لے کر لسانی ارتقاء کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

ا۔ زبان پر ماحول و علاقائی اثرات:

ہر زبان ارتقاء کے نتیجے میں کچھ خصوصیات کی حامل بن جاتی ہے۔ اس پر علاقائی اثرات بھی ہوتے ہیں اور تہذیبی اور معاشرتی بھی۔ ہر زمانے اور ہر علاقے کا ادیب اپنے ماحول اور روایات سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ لسانی ارتقاء کے نتیجے میں محاورات کی تبدیلی بھی ترجمہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِہِ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہُ لِنُرِیَہُ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّہُ ہُوَ السَّمِیْعُ البَصِیْرُ0﴾

(بنی اسرائیل ۷ : ۱)

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

''پاک ذات ہے، جو لے گیا اپنے بندے کو راتی رات، ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک، جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں۔ کہ دکھادیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ وہی ہے سنتا دیکھتا''(۱۰)

راتی رات، ادب والی مسجد، پرلی مسجد، اس دور کا محاورہ ہے جو جدید اردو ادب میں مفقود نظر آتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

وہ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ (محمد) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے اردگرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ لے گیا تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلادیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔(۱۱)

مولوی ڈپٹی نذیر احمد نے یعمھون کا ترجمہ ٹامک ٹوئیاں مارنے سے کیا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے جو اندھا آدمی نکلنے کے لیے اٹکل سے کبھی ادھر جاتا ہے اور کبھی ادھر۔ دلی کی زبان میں مستعمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اگرچہ مولانا اشرف علی تھانوی نے ڈپٹی نذیر کے ترجمہ پر بعض پہلوؤں سے گرفت کی ہے تاہم دلی کی خاص ٹکسالی زبان کو انہوں نے اپنے ترجمے میں استعمال کیا ہے۔

﴿وَالْعَصْرِ o إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ o إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o﴾ (۱۲)

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ دیکھیے۔

"قسم اترتے دن کی، مقرر انسان پر ٹوٹا ہے۔ مگر جو یقین لائے اور کیے بھلے کام، اور آپس میں تقید کیا سچے دین کا اور آپس میں تقید کیا سہار کا"۔ (۱۳)

جبکہ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"قسم ہے عصر کی، تحقیق آدمی البتہ بیچ زیاں کے ہے، مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں، ساتھ حق کے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں، ساتھ صبر کے۔" (ص: ۶۸۵)

ان تراجم میں اترتے دن، ٹوٹا، زیاں، تقید، اور سہار اس دور کے خاص الفاظ ہیں جواب اردو محاورہ میں مستعمل نہیں ہیں۔ اسی طرح اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ o﴾ (حم السجدة: ٢٦)

ترجمہ شاہ عبدالقادر:

"اور کہنے لگے منکر، نہ کان دھرو اس قرآن کے سننے کو، اور بک بک کرو، اس کے پڑھنے میں شاید تم غالب ہو۔" (۱۴)

اس ترجمہ میں دو محاورے، کان دھرنا اور بک بک کرنا شاہ رفیع الدین نے بھی یہ محاورۃً استعمال کیا ہے۔ اگرچہ یاوہ گوئی کے لیے بک بک کرنا اب بھی استعمال ہوتا ہے لیکن مہذب گفتگو کے لیے اب متروک ہے۔

آیت کا ترجمہ دیکھیے۔:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ (الشعراء: ٨٠)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ شاہ عبدالقادر: ''جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی چنگا کرتا ہے۔''(۱۵)

چنگا اب اردو زبان میں کم استعمال ہوتا ہے، تاہم یہ مقامی ادب کی اصطلاح ہے۔ بعد کے اردو تراجم میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۲۔ ادبی چاشنی:

ادب کسی بھی زبان کا ہو، جب تک اس میں فصاحت و بلاغت نہ ہو، اہل زبان اس سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے، اہل عرب کو قرآن پاک نے یونہی تو نہیں چیلنج کیا۔

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ٥﴾ (البقرة ۲: ۲۳۔۲۴)

ادب کے اس تقاضے کے پیش نظر ہمیں اردو ترجمہ میں پورے تسلسل کے ساتھ یہ روح کارفرما نظر آتی ہے۔ اگر ادبی چاشنی نہ ہو، ادب بے کیف اور بے مزہ ہوجاتا ہے۔ لسانی ارتقاء کے اس پہلو پر چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن حکیم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کا تذکرہ کیا وہاں ان کے لیے اچھے ٹھکانوں کی خوشخبری دی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ٥ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ٥﴾ (الکھف ۱۸: ۱۰۷۔۱۰۸)

شاہ عبدالقادر اس کا ترجمہ لکھتے ہیں: جو لوگ یقین لائے ہیں، اور کیے ہیں بھلے کام، ان کو ہیں ٹھنڈی چھاؤں کے باغ، مہمانی، رہا کریں، ان میں، نہ چاہیں وہاں سے جگہ بدلنی۔''(۱۶)

دیکھیے سوا دوسو سال پہلے کے ادب میں اب بھی تازگی ہے۔ مولانا مودودی کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے، اور جنھوں نے نیک عمل کیے، ان کی میزبانی کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا۔''(۱۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا o إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا o﴾ (الاحزاب ۳۳: ۵۶-۵۷)

مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''(۱۹)

پیر کرم شاہ الازہری کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اس نبی مکرم پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔ بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس نے تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے رسوا کن عذاب۔''(۲۰)

شاہ عبدالقادر نے یا ایھا المزمل کا ترجمہ کیا ہے: اے جھرمٹ مارنے والے!

اسی طرح فاذا فرغتَ فانْصَبْ وإلیٰ ربك فَارْغَبْ کا (الانشراح: ۷-۸) ترجمہ کرتے ہیں:

''پھر جب تو فارغ ہو تو محنت کر، اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔

دیکھیے اردو ترجمہ میں ادبی چاشنی اول سے آخر تک برقرار ہے۔

۳۔ الفاظ کی معنویت:

ترجمہ ایک فن ہے۔ اس فن کے لیے ہر دو زبانوں میں مہارت ضروری ہے۔ کامیاب مترجم وہ ہے جو قاری کو ان الفاظ کے قریب تر لے جائے جس زبان سے ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اردو میں یہ کاوشیں ہمیں ہر زمانہ میں ملتی ہیں۔ لسانی ارتقاء کے نتیجے میں اس میں بھی تبدیلی نظر آتی ہے۔

آیت ''أجیب دعوة الداع (البقرة: ۱۸۶) کا ترجمہ شاہ عبدالقادر نے یوں کیا ہے۔ ''پہنچتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں پکارنے والے کی پکار کو''(۲۱)

مولانا فتح محمد جالندھریؒ نے ترجمہ کیا ہے۔''جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''(۲۲)

مولانا مودودیؒ ترجمہ یوں کرتے ہیں۔''پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔''(۲۳)

اسی طرح آیت؛

﴿وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ إِصۡرَهُمۡ وَالۡأَغۡلَالَ الَّتِي كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

شاہ عبدالقادر نے ترجمہ کیا ہے:''اور اتارتا ہے، ان سے بوجھ، ان کے اور پھانسیاں جوان پر تھیں۔''(۲۴)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ترجمہ یہ ہے:''اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جوان پر تھیں۔''(۲۵)

۴۔ الفاظ میں تبدیلی:

لسانی ارتقاء کے نتیجے میں جہاں الفاظ کی کلی تبدیلی ہوتی ہے وہاں جزوی تبدیلی بھی ہوتی ہے۔اردو ترجمہ میں اس کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔

شاہ رفیع الدین دہلوی نے آیات

﴿لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ٥ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ ٥﴾ (البقرۃ: ۵۲۔۵۳)

کا ترجمہ کیا ہے،''تو کہ تم شکر کرو اور تو کہ تم راہ پاؤ۔''(۲۶) اب یہ لفظ اردو ادب میں تاکہ سے بدل گیا ہے چنانچہ مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا مودودیؒ نے تاکہ سے ترجمہ کیا ہے۔اسی طرح شاہ رفیع الدین نے جہاں بھی فی کا ترجمہ کیا بیچ کے لفظ سے کیا ہے۔لفظی ترجمہ کا تقاضا بھی یہی ہے، جبکہ دیگر مترجمین نے فی کا ترجمہ''میں'' سے کیا ہے۔اسی طرح شاہ عبدالقادر نے:

﴿وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخۡرَىٰ﴾ (طہ: ۱۸)

کا ترجمہ کیا ہے۔''اور میرے اس میں کتنے کام ہیں اور۔''(۲۷) بہت سے مقامات پر کتّی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کِتا اور کِتے کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ مگر اب تراجم میں کتنے، کتنی اور کتنا وغیرہ کے الفاظ استعمال ہو رہے ہیں۔

شاہ عبدالقادر نے آیت

﴿ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ﴾ (البقرۃ: ۶)

کا ترجمہ ''تو اُن کو ڈراوے یا نہ ڈراوے'' سے کیا ہے جبکہ شیخ الہند محمود الحسن نے ترجمہ ''ان کو ڈرائے یا نہ ڈرائے'' سے کیا ہے۔ (۲۸) ایسے تمام الفاظ مثلاً آوے، جاوے، ہووے، جاویں، فرماویں، ان الفاظ سے بدل گئے ہیں، آئے، جائے، ہوئے، جائیں، فرمائیں وغیرہ۔

اس سے الفاظ کی ان تبدیلی سے لسانی ارتقاء کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ متروک الفاظ:

چونکہ زبان کا ارتقاء ہر لمحے جاری رہتا ہے تو بہت سے الفاظ بدلتے رہتے ہیں، ان کی جگہ نئے الفاظ آجاتے ہیں، چنانچہ ہم ترجمہ قرآن میں ایسے متعدد الفاظ دیکھتے ہیں جو فارسی یا مقامی زبان کے تھے مگر آج وہ الفاظ متروک ہوگئے ہیں مثلاً شاہ عبدالقادر دہلوی نے آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

﴿اَتٰى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ﴾ (النحل، ۱۶: ۱)

''پہنچا حکم اللہ کا، سو اس کی شتابی مت کرو۔'' (۲۹)

جبکہ محمود الحسن کہ ترجمہ یوں کیا ہے: ''آ پہنچا حکم اللہ کا، سو اس کی جلدی مت کرو۔'' (۳۰)

اسی طرح سَيَغْلِبُوْنَ (الروم: ۳) کا ترجمہ شاہ رفیع الدین نے کیا ہے۔ ''شتاب غالب آویں گے۔'' (۳۱)

جبکہ محمود الحسن نے ترجمہ کیا ہے: ''عنقریب غالب ہوں گے۔'' (۳۲)

مذکورہ تراجم میں، شتابی، شتاب فارسی کا لفظ ہے۔ جس کے معنی جلدی، یا عن قریب کے ہیں مگر اب مستعمل نہیں ہے۔

اسی طرح بِيَدِهِ الْمُلْكُ (الملک: ۱) کا ترجمہ شاہ عبدالقادر نے کیا ہے۔ ''جس کے ہاتھ ہے راج'' (۳۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جبکہ مولانا اشرف علی تھانوی نے ترجمہ کیا ہے: ''جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے۔'' (۳۴)

اب راج، ہندی زبان کا لفظ ہے جو تقریباً متروک ہوگیا ہے۔ اسی طرح اللہ الصمد کا ترجمہ کیا اللہ نرادھار (بے نیاز) ہے۔ (۳۵) اب یہ لفظ متروک ہے۔ یہ ہندی لفظ ہے اور اب ترجمہ بے نیاز سے کیا گیا ہے۔

شاہ عبدالقادر نے زوج کا ترجمہ جورو اور ازواج کا ترجمہ جوروں سے کیا ہے۔ اب ان الفاظ کا ترجمہ گزشتہ صدی سے عورتوں اور بیویوں سے کیا جارہا ہے۔ اس طرح کے الفاظ کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۶۔ ترجمہ سے ترجمانی:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے زمانہ تک صرف عوام الناس کا ہی نہیں بلکہ علماء کا بھی یہی خیال تھا کہ قرآن حکیم کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ اس نظریہ کے پیچھے جو تصور کارفرما تھا، وہ یہ کہ قرآن حکیم چونکہ عربی مبین میں نازل ہوا ہے، لہٰذا عربی الفاظ کا تو متبادل ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسا سوچنا بھی کفر ہے۔ شاہ ولی اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے الہامی بصیرت سے نوازا تھا اس نظریہ کو غلط ثابت کرنے کے لیے اور لوگوں کو قرآن پاک کے قریب لانے کے لیے فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس پر علماء کا جو ردعمل ہوا، اس پر شیخ محمد اکرام نے یہاں تک لکھا کہ آپ کو کچھ عرصہ کے لیے روپوش ہونا پڑا۔ (۳۶) تاہم آپ حکیم الامت تھے، اس ترجمہ سے بہت سی حکمتیں سامنے آئیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے بیٹوں نے اردو زبان میں لفظی و بامحاورہ ترجمہ کیا۔ یہ دونوں تراجم برصغیر میں بلا مبالغہ اب تک ہونے والے سب ترجموں کی بنیاد اور اصل ہیں۔

تقریباً سو، سوا سو سال تک اردو مترجمین کی کوشش رہی کہ ترجمہ میں قرآنی الفاظ کے قریب تر رہیں۔ بالخصوص شاہ رفیع الدین کے تحت اللفظ ترجمہ کے پیچھے یہی فکر کارفرما تھی۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ترجمہ کے اس انداز پر عجیب وغریب تبصرے کیے ہیں لیکن حقیقتاً اردو زبان میں قرآن کے عربی الفاظ کو اردو کا جامہ پہنایا گیا۔ شاہ عبدالقادر نے یہ کام بامحاورہ ترجمہ کی صورت میں کیا۔ حقیقتاً ان دونوں تراجم کی اپنی اپنی جگہ اہمیت مسلمہ ہے۔ بعض پہلوؤں کے اعتبار سے شاہ عبدالقادر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا اور بعض پہلوؤں کے اعتبار سے شاہ رفیع الدین کا ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ اردو دینی ادب کے یہ دونوں برادران محسن ہیں۔

شاہ عبدالقادر سے مولانا عبدالحق حقانی تک، مولانا فتح محمد جالندھری سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن تک تمام مترجمین کی کوشش یہ رہی کہ ترجمہ میں قرآنی الفاظ کے قریب تر رہا جائے۔ چنانچہ زبان میں ایجاز واختصار سے کام لیا گیا۔ مگر حالات و زمانہ کی رعایت، قرآن پاک کی تفہیم وتسہیل کے لیے بعض ایسے مترجمین آئے جنہوں نے یہ خیال کیا کہ عربی مبین کا ہو بہو جامہ اردو الفاظ کو نہیں پہنچایا جاسکتا کیوں نہ قرآنی مفہوم کو وضاحت کے ساتھ اردوئے مبین میں آزادانہ الفاظ کے ساتھ منتقل کردیا جائے۔ برصغیر پاک وہند میں ترجمہ سے ترجمانی کی طرح ڈالنے والے مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ پھر اسی نہج پر سید ابوالاعلیٰ مودودی اور امین احسن اصلاحی اور دیگر مترجمین نے کام کیا۔ گو کہ عوام الناس کے لیے ایک گونہ سہولت میسر ہوگئی تاہم اس راہ سے ترجمہ میں اور اردو ادب میں ایک نئے رجحان کا بھی اضافہ ہوا اور بعض انحرافات بھی ہوئے۔ اگر دیکھا جائے تو اس کا بنیادی محرک لسانی ارتقاء ہی ہے۔(۳۷)

۷۔لسانی ارتقاء اور فنی تدوین:

اردو تراجم میں فنی اعتبار سے ان پہلوؤں کا اضافہ نظر آتا ہے۔

(الف)۔ترجمہ میں قوسین کا استعمال:

اردو تراجم کی سوا دوسو سال کی تاریخ کا لسانی جائزہ لیا جائے تو بڑی دلچسپ چیز سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اردو زبان کے اولین تراجم میں قوسین ( ) کا استعمال نہیں ہے۔ مترجمین نے اپنی استطاعت کی حد تک عربی الفاظ کا ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔ لیکن انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں بہت کم اور ماضی قریب تک بہت زیادہ قوسین کا استعمال ہونے لگا۔ مذکورہ اضافہ اور اس لسانی ارتقاء کے دو اسباب ہیں۔ مترجم نے ایک لفظ کے دو ترجمے کیے، ایک علمی اور دوسرا تسہیلی اور تفہیمی۔ یعنی عوام الناس کو معنی کی تہہ تک پہنچانے کے لیے۔ دوسرا سبب اس کا زبان کی وسعت ہے اور مترادف الفاظ کا وافر میسر آنا ہے۔ ملاحظہ ہو آیات:

﴿یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ○ ارْجِعِیْ إِلَى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً○

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ٥ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾ (الفجر: ۲۷-۳۰)

ترجمہ اشرف علی تھانوی:

"(اور جو اللہ کے فرماں بردار تھے ان کو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح، تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل، اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش، پھر (اُدھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہوجا۔" (۳۸)

(ب)۔عبارت سے الگ ترجمہ:

دوسرا تدوینی ارتقاء یہ دیکھنے میں آیا کہ ابتداً زیادہ تر تراجم تحت اللفظ ہوئے ہیں تاہم بعد میں اس انداز سے بھی تراجم ہوئے کہ ایک صفحہ پر متن، دوسرے پر ترجمہ یا اوپر متن کی عبارت، نیچے ترجمہ یا متن عبارت کے بغیر ترجمہ۔ ترجمہ کے اس اسلوب سے ایک قاری عربی عبارت سے دور چلا جاتا ہے، یہ رجحان بیسویں صدی میں زیادہ دیکھنے میں آیا۔ مثلاً: ترجمہ قرآن از فتح محمد جالندھری بغیر متن کے چھپا ہوا ہے۔ (۳۹)

(ج)۔رنگوں کے ساتھ ترجمہ کی طباعت:

فنی تدوین کا ایک پہلو جس کا رجحان گذشتہ پندرہ بیس سالوں سے مشاہدہ میں آیا، وہ یہ کہ عربی متن میں مختلف رنگ استعمال کیے جائیں اور ترجمہ رنگوں کی مناسبت سے کیا جائے مثلاً قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) لاہور نے سرخ اور نیلے رنگوں کے ساتھ ترجمہ طبع کیا ہے۔ جس رنگ کا عربی لفظ، اسی رنگ میں اس کا اردو ترجمہ۔ اس میں قارئین خصوصاً طالب علموں کے لیے سہولت رکھی گئی ہے تاکہ وہ جان سکیں کہ کس لفظ کا کیا ترجمہ ہے۔ دورِ حاضر کی ایک ٹیکنالوجی ہے جس کا استعمال ترجمہ نگاری میں نظر آتا ہے۔

۸۔نکتہ سنجی اور اردو ادب میں اضافہ:

اردو ترجمہ نگاری میں لسانی ارتقاء کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مختلف ترجمہ نگاروں نے اپنی طبعی اور ذہنی افتاد کے مطابق جولانیاں دکھائی ہیں۔ الفاظ کے مناسب استعمال، محاورہ کا لحاظ، ایجاز واختصار، علاقائی ادب کی آمیزش، یہ مترجمین کے وہ پہلو ہیں، جس سے زبان کا ارتقاء عمل میں آتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ مراد اللہ سنبھلی نے سورۃ فاتحہ میں ولا الضالین کا ترجمہ نہ بہکنے والے ، کیا ہے ۔ شاہ عبدالقادر نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے ۔ شاہ رفیع الدین نے ، نہ گمراہوں کی ، اشرف علی تھانوی نے اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہوئے ، مولانا مودودی نے جو بھٹکے ہوئے ہیں ۔ دیکھیے ایک ہی لفظ میں مترجمین کی ذہنی جولانیاں کس طرح کام دکھا رہی ہیں ۔ یہ صرف ایک لفظ کا معاملہ نہیں پورے قرآن حکیم کا مطالعہ دلچسپ ہے ۔ ایک اور آیت ملاحظہ کیجیے ۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ٥﴾ (البقرۃ ۲ : ۶)

ترجمہ شاہ عبدالقادر: ''اور وہ جو منکر ہوئے برابر ہے تو ان کو ڈراوے یا نہ ڈراوے ، وہ نہ مانیں گے ۔''

شاہ رفیع الدین: ''تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے ، برابر ہے ، اوپر ان کے کیا ڈرایا تو نے ان کو یا نہ ڈرایا تو نے ان کو نہیں ایمان لاویں گے ۔''

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کا ترجمہ: ''بے شک جو لوگ منکر ہوئے ان پر یکساں ہے خواہ تو ان کو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ تو ایمان لائیں گے نہیں ۔''

مولانا فتح محمد جالندھری کا ترجمہ دیکھیے : ''جو لوگ کافر ہیں ، انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ، ان کے لیے برابر ہے ، وہ ایمان نہیں لانے کے ۔''

مولانا مودودی کے الفاظ: ''جن لوگوں نے ان باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ، ان کے لیے یکساں ہے ، خواہ تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو ، وہ ماننے والے نہیں ہیں ۔''

دیکھیے پانچ مترجمین کا رنگ منفرد ہی نظر آتا ہے ۔

مترجمین کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی ادب کو ہر دور میں زندہ رکھا ہے ۔ یہ قرآنی معجزہ بھی ہے کہ اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے ، تاہم یہ ترجمہ نگاروں کی زبان و ادب کی بھی بہت بڑی خدمت ہے ۔

آج اردو ادب کی معلوم تاریخ میں اولیں ترجمہ نگار شاہ مراد اللہ سنبھلی سے غلام رسول سعیدی تک کی تقریباً سوا دو سو سال کی ایک طویل تاریخ ہے ۔ ہر پانچ ، دس سال کے بعد ایک جزوی یا کلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ قرآن اردو میں نظر آئے گا، جس سے تراجم کی تعداد سینکڑوں میں نظر آتی ہے۔ ہر ایک انداز و اسلوب منفرد ہے کسی نے سلاست پر زور دیا، کسی نے محاورہ کو دیکھا، کسی نے زور بیان پر توجہ دی اور کسی نے ادبیت کا کھوج لگایا۔

پھر ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اکثر و بیشتر ترجمہ نگار ادیب بھی ہیں، بلکہ آپ ان کو اسلامی ادیب کہہ سکتے ہیں۔ ادیب زبان و بیان پر قدرت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی نفسیات اور ان کے رویوں کا مزاج شناس ہوتا ہے۔ ادیب کا ہاتھ قوم کی نبض پر ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون سا ادب، کس اسلوب میں تخلیق کرنا ہے۔

مولوی ڈپٹی نذیر احمد سے لے کر مولانا اشرف علی تھانوی تک، احمد رضا خان بریلوی سے لے کر مولانا ثناء اللہ امرتسری تک، مولوی عبدالحق حقانی سے لے کر مولانا ابو الکلام آزاد تک، مولانا عبدالماجد دریابادی سے لے کر مولانا مودودی تک اور امین احسن اصلاحی سے لے کر پیر محمد کرم شاہ الازھری تک رحمھم اللہ یہ سب اردو زبان کے بہت بڑے محسن ہیں۔ اردو ترجمہ کی شکل میں جو ادب ان حضرات نے تخلیق کیا وہ اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہے۔

ترجمۂ قرآن کے حوالے سے ایک اور پہلو بھی لسانی ارتقاء میں سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ اردو نثر ابتداءً بڑی مسجع اور مقفع تھی۔ میر امن دہلوی کی باغ و بہار دیکھ لیجئے یا سجاد حیدر یلدرم کا ادب، لیکن اسی دور میں تراجم قرآن بھی ہوئے۔ اردو ترجمہ نگاروں نے ترجمہ نگاری کے فن کو مشکل پسندی اور ثقالت الفاظ سے ہر ممکن طریقے سے بچایا ہے بلکہ الفاظ و جملوں کے چناؤ میں سہل پسندی اور ایجاز سے کام لیا ہے۔

پھر بیرونی تہذیب و زبان سے ادب کا متاثر ہونا قدرتی امر ہے۔ خاص طور پر اٹھارہویں صدی اور انیسویں صدی جب فرنگی تہذیب کا ہندوستان پر اقتدار مستحکم ہوا۔ انگریزی زبان سے بڑے بڑے ادیب متاثر ہوئے جس کا اثر استعماری دور کے ادب میں نمایاں جھلکتا ہے۔ سر سید احمد خاں ہو یا خواجہ الطاف حسین حالی، سید امیر علی ہوں یا عبدالماجد دریابادی لیکن قرآن کریم کے اردو تراجم کو فرنگی زبانوں کے اثرات سے کلیتاً محفوظ رکھا گیا۔

بلاشبہ لسانی ارتقاء کے وہ دلچسپ اور شان دار پہلو ہیں جن پر آج کے طالب علموں کو غور و فکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کی ضرورت ہے۔

حرف آخر:

اگرچہ متقدمین میں سے ڈاکٹر مولوی عبدالحق، سرسید احمد خان، ابوالکلام آزاد، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی، عبدالماجد دریابادی اور ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ماقبل اردو ترجمہ نگاروں کے احسانات کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ تاہم آج کے حالات اور تناظر میں اردو ادب کی اس خدمت (Contribution) پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ صرف اسلامی ادیبوں کو نہیں بلکہ اردو ادب کے حقیقی ادیبوں کو جو اپنے آپ کو نقاد کہتے ہیں۔ اردو ادب کی تاریخ پر جتنی کتب دیکھیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قرآنی ترجمہ نگاری کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔جمیل جالبی ، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، حصہ اول ، دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۵ء، سلیم اختر ڈاکٹر ، اردو ادب کی مختصر تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۵ء؛ انور سدید، ڈاکٹر اردوادب کی مختصر تاریخ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء۔

۲۔ آزاد، محمد حسین، آب حیات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص:۱۳

۳۔ شیرانی، محافظ محمود، پنجاب میں اردو، معین الادب، لاہور، طبع دوم۔ص:۶۷

۴۔ راشدی، حسام الدین، رسالہ اردو۔ کراچی، اپریل ۱۹۵۱ء، ص:۱۶

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب، اردو، جلد اول، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۶ء، ص:۳

۶۔ مقالات حافظ محمود شیرانی، جلد اول، ص:۳۵

۷۔ محمد سلیم، سید، اردو رسم الخط، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۱ء، انور سدید؛ اردو ادب کی مختصر تاریخ، حوالہ مذکور، ص:۵۴

۸۔ دریابادی، عبدالماجد، درمقدمہ ترجمہ قرآن، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، لاہور، ۱۹۵۲ء

۹۔ دھلوی، شاہ عبدالقادر، تفسیر موضع القرآن، تاج کمپنی لمیٹڈ، قرآن منزل لاہور، ترجمۃ سورۃ بنی اسرائیل، ۱:۱۷

۱۰۔ القرآن الحکیم مع ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دھلوی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور و کراچی، ترجمہ تحت آیت بنی اسرائیل، ۱:۱۷۔

۱۱۔ القرآن الحکیم مع ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دھلوی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور و کراچی، ترجمہ تحت آیت بنی اسرائیل؛ ۱:۱۷

۱۲۔ دہلوی، شاہ عبدالقادر، حوالہ مذکورہ، ترجمہ سورۃ العصر، ۱۰۳:

۱۳۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین دھلوی، ترجمہ سورۃ العصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۴۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی، ترجمۃ زیر آیت، حم السجدۃ۔ ۴۱:۲۶
۱۵۔ ایضاً، ترجمہ زیر آیت الشعراء، ۲۶:۸۰
۱۶۔ ایضاً، ترجمہ زیر آیت الکہف، ۱۸:۱۰۷۔۱۰۸
۱۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۰ء، ۳/۵۰
۱۸۔ القرآن الحکیم سے ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت الاحزاب، ۳۳:۵۶۔۵۷
۱۹۔ الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۴/۱۹۳
۲۰۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت الانشراح، ۴:۸۰۷
۲۱۔ ایضاً، ترجمہ زیر آیت، البقرہ، ۲:۱۸۶
۲۲۔ جالندھری، فتح محمد، نور ہدایت، قرآن پاک کا سلیس با محاورہ ترجمہ، ترجمہ زیر آیت البقرۃ، ۲:۱۸۶
۲۳۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ تفہیم القرآن، حوالہ مذکورہ، ۱/۱۴۴
۲۴۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت، الاعراف، ۷:۱۵۷
۲۵۔ محمود الحسن شیخ الہند، القرآن الکریم، یونائٹڈ آرٹ پرنٹرز، ۱۴۰، ایبٹ روڈ، لاہور۔ ترجمہ زیر آیت، الاعراف ۷:۱۰۷
۲۶۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت البقرہ، ۲:۵۲
۲۷۔ ایضاً، ترجمہ زیر آیت طٰہٰ :۱۸
۲۸۔ محمود الحسن، شیخ الہند، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت، البقرۃ ۲:۶
۲۹۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت، النحل :۱۶:۱
۳۰۔ محمود الحسن، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت النمل، ۱۶:۱
۳۱۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت النحل، :۱۶:۱
۳۲۔ محمود دالحسن، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت، الروم، ۳۰۷:۳
۳۳۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت الملک، ۶۷۰:۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۴۔ ترجمہ اشرف علی تھانوی، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت الملک، ۶۷:۱۰

۳۵۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت اخلاص، ۲:۱۱۲

۳۶۔ محمد اکرام، شیخ، رودِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص:۵۵۲

۳۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، آزاد ابوالکلام، مودودی، ابوالاعلیٰ تفہیم القرآن، حوالہ مذکور، مقدمہ، جلد اول۔

۳۸۔ ترجمہ اشرف علی تھانوی، حوالہ مذکور، ترجمہ زیر آیت، الفجر، ۸۹: ۲۷۔۳۰

۳۹۔ دیکھیے: فتح محمد جالندھری، نور ہدایت، قرآن پاک کا سلیس با محاورہ ترجمہ، مطبع ندارد، سن ندارد

۴۰۔

© rasailojaraid.com